دونوں برابر کے شریک ہیں۔ تاہم فطری اور حیاتیاتی فرق کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام نے دونوں کے درمیان تقسیم کار کا اصول رکھا ہے نہ کہ یکسانیت کار کا اصول۔

تقسیم کار کا اصول: ایک مصنف کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ انسانیت کی بڑی خدمت اس وقت کر سکتا ہے جب اسے مطالعہ کے کمرے سے نکال کر کشتی کے اکھاڑے میں کھڑا کر دیا جائے، تو یہ ایک احمقانہ حرکت ہو گی۔ جس کا نتیجہ اس مصنف کا بھی نقصان ہے اور انسانیت بھی اس کی تصنیفی خدمات سے محروم رہ جائے گی۔ یہی بات مرد و عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ جسم میں آنکھ جیسا نازک حصہ بھی ہے اور ناخن جیسا سخت حصہ بھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ناخن جسم کی زیادہ خدمت کر رہا ہے اور آنکھ جسم کی کم خدمت کر رہی ہے۔ اسی طرح عورت گھر کے اندر رہ کر اپنی فطری ذمہ داریاں جس انداز سے پوری کر سکتی ہے، اسی سے وہ قوم کو بہتر فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ پھر اس کی اندرون خانہ ذمہ داریاں کسی طرح بھی مرد کی بیرونی خدمت سے کم نہیں ہیں بلکہ مرد کی ذمہ داریوں سے کچھ زیادہ ہی اہم ہیں۔ گھروں میں سکون نہ ہو تو باہر مرد کیسے کام کر سکیں گے؟

عورت کی ترقی کا مطلب: عورت کو ترقی دینے کا یہ راز نہیں کہ اس کو زندگی کے ہر میدان میں داخل کر دیا جائے بلکہ اس کی ترقی کا اصل راز اس کو باشعور بنانا ہے۔ عورت جتنی صاحب علم اور باشعور ہو گی اتنی خوش اسلوبی سے وہ تعمیر قوم میں اپنا حصہ ڈال سکے گی۔ اگر عورت باشعور ہے تو گھر کے اندر رہ کر شوہر کو سکون اور اولاد کو بہترین تربیت دے کر وہ بڑے بڑے کام سرانجام دے سکتی ہے۔ اور اگر وہ بے شعور ہے تو اُس کو چوراہے میں کھڑا کر دیا جائے تب بھی وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی۔ تقسیم کار کے اصول کے تحت اگرچہ عورت گھر کے اندر ہوتی ہے مگر وہ ذہنی اور قلبی طور پر اپنے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے کی شریک کار ہوتی ہے، جو بیرون خانہ ذمہ داریاں انجام دیتا ہے۔ عورت کا مرد سے بہت گہرا اور جذباتی تعلق ہے۔ وہ اس کی مشیر اور غم خوار ہے۔ زندگی کے ہر معاملے کو کنٹرول کر رہی ہے۔ ۵۰ فی صد گھر میں رہ کر براہ راست اور ۵۰ فی صد معاملات میں بالواسطہ طور پر۔ زندگی کی تعمیر میں عورت کا کردار بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا مرد کا۔ اس کا انحصار اس بات پر نہیں کہ جسمانی طور پر عورت کو کہاں کھڑا کیا گیا ہے، بلکہ اس بات پر ہے کہ اس کو کتنا باشعور بنایا گیا ہے۔ للذا ضروری ہو گیا ہے کہ عورت کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی مناسب تربیت کی جائے۔ اس کو اپنی ذمہ داریوں کا اور اپنے حقوق کا شعور دیا جائے۔ اپنے جسم کی سجاوٹ اور اپنے میک اپ کی نمود و نمایش کے بجائے زیور حیا سے مزین کیا جائے۔

خواتین کے حقوق کے بارے میں کمیشن نے جو مثبت سفارشات پیش کی ہیں، ان پر ہمدردانہ غور کرنے اور مناسب تجاویز کو بروے کار لانے کے لیے اقدامات کرنا ضروری ہیں۔ وہ معاشرے کا آدھا حصہ ہیں، ان کے مصائب اور شکایات کا ازالہ کرنا، ان کو حقوق و فرائض کا شعور دینا اور اسلامی احکام کے مطابق بہترین

اخلاقی تربیت دینا، ضروری ہے۔ عورت ماں بھی ہے۔ وہ ماں کی حیثیت سے بہت زیادہ عظمت و احترام کی مستحق ہے۔ اس لیے اگر عورت کے مسائل اور مشکلات سے صرف نظر کی گئی، تو مغرب کی طرح اسے آہستہ آہستہ اسلام اور موجودہ معاشرے سے نفرت ہو جائے گی اور وہ بغاوت کر دے گی۔ آئے روز لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر دارالامان میں پہنچ رہی ہیں۔ یہ اس جانب پیش قدمی ہے۔ ضرورت ہے کہ حکومت، علما، دانشور سب مل کر عورت سے روا رکھے جانے والے ظلم و استحصال کا جائزہ لیں۔ اس کی دینی و اخلاقی تربیت کا وسیع پیمانے پر بندوبست کریں۔ جگہ جگہ ترجمہ قرآن کی کلاسیں قائم کی جائیں۔ شریعت اسکول اور شریعت کالج قائم کر کے عورت کو اسلام کی مطلوب مومنہ کا کردار ادا کرنا سکھایا جائے۔ بے پردہ اور مخلوط معاشرت کو ختم کر کے عورت کے استحصال کی راہیں بند کی جائیں۔ جنسی آسودگی کے لیے مناسب وقت پر بچیوں کی شادیاں کی جائیں۔ بلاوجہ تاخیر نت نئے مسائل جنم دے رہی ہے۔ اس غرض کے لیے جہیز اور لمبی چوڑی بارات پر پابندی کا قانون قابل ستایش ہے۔ بشرطیکہ اس پر صحیح معنوں میں عمل کروایا جائے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے معاشرے کو ایک اکائی سمجھتے ہوئے اس کے مسائل کا تجزیہ کیا جائے اور پورے معاشرے کو ظلم و ستم، بے انصافی اور استحصال سے بچانے کی مشترکہ جدوجہد کی جائے۔ باقی رہ گئی یہ رپورٹ تو اس طرح کی رپورٹیں ظلم و ستم کا خاتمہ کرنے میں کامیاب تو نہیں ہو سکتیں، نہ ہی یہ بے انصافی اور ظلم کی اصل وجوہ کا تعین کر سکتی ہیں، بلکہ مسائل کو غیر فطری انداز میں الجھا کر انسانیت کا دامن مزید مسائل، بے انصافیوں اور ظلم و استحصال سے بھر دیں گی۔

اگر آپ ہر دلیل مغرب کی طرف سے درآمد کرنے پر مصر ہیں تو پھر یہ نکتہ بھی زیر غور رہنا چاہیے کہ دور جدید میں اسلام تیزی سے مغربی ممالک میں فروغ پا رہا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ نسل جو عقل و فہم اور شعور کی روشنی میں اسلام کو قبول کر رہی ہے، وہ اسلام کی زندہ، متوازن، فطری اور قابل عمل تعلیمات سے شدید متاثر ہو کر برضا و رغبت اس کو من و عن اختیار کر رہی ہے اور ان میں بھی زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ وہ جب اسلام میں عورت کا پروقار مقام و مرتبہ دیکھتی ہیں خصوصاً بڑھاپے میں جب مغربی عورت ردی کی ٹوکری کی طرح دارالضعفا میں بقیہ زندگی سسک سسک کر گزارنے پر مجبور ہوتی ہے اور عین اسی دور میں مسلمان بوڑھی خاتون اپنے بیٹے بیٹیوں، بہو، دامادوں اور بے شمار پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی بے لوث خدمت اور دلی احترام کے حقوق سے مستفید ہو رہی ہوتی ہے، تو یہی روح پرور منظر مغربی عورت کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لیے مہمیز کا کام دیتا ہے۔ برطانوی خاتون اول چیری بلیئر کا کہنا ہے کہ اسلامی لباس عورت کو بری نگاہ اور ڈیپریشن سے محفوظ رکھتا ہے (نوائے وقت، ۲۹ جولائی ۱۹۹۸)۔ مس کیتھلین میکناٹل جو اسسٹنٹ اسکالر کی حیثیت سے امریکن انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان اسٹڈیز سے "پاکستانی خواتین" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں، لکھتی ہیں:

"پاکستانی عام خواتین کی بہت بڑی تعداد سیکولر یا ترقی پسند خیالات کی بجائے اسلامی اصولوں اور اسلامی فکر پر یقین رکھتی ہے۔ لہٰذا پاکستانی تحریک نسواں میں اسلامی سوچ کا کارفرما رہنا اس تحریک کی کامیابی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ پاکستانی خواتین اپنے حقوق کی جنگ میں کامیابی اسلامی اقدار اور اصولوں کے مطابق جدوجہد کرتے ہوئے ہی حاصل کر سکتی ہیں" (نوائے وقت' ۲۶ جولائی ۱۹۹۸)۔

انھوں نے مزید کہا کہ "پاکستان میں تحریک نسواں کی قیادت مغربی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ہاتھوں میں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ خواتین عام پاکستانی خواتین سے قریبی روابط استوار کریں اور ان کے مسائل اور ان کا حل پاکستانی خاتون کی عام طرز زندگی' سوچ اور نفسیات کے مطابق پیش کریں" (حوالہ' ایضاً)۔

اس وقت پاکستانی خواتین کے اصل مسائل جن کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے' وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حق مہر کی فوری ادایگی' وراثت کی ادایگی' طلاق یا شوہر کی وفات کی شکل میں دوران عدت اور دوران رضاعت اس کے اخراجات کی ذمہ داری اور بچوں کے اخراجات۔ دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کے ساتھ عدل اور اس کو معلق نہ چھوڑنا وغیرہ۔ بیوہ اور مطلقہ کی دوسری شادی کے سلسلے میں معاشرتی دباؤ کا خاتمہ' اور بے آسرا خواتین کو حکومت کی طرف سے کفالت کا حق دیا جائے۔

۲۔ ضرورت پڑنے پر عورت کو عدالت سے رجوع کا حق دیا جائے' اسے سستا اور فوری انصاف دیا جائے' علاوہ ازیں عائلی مقدمات کی سماعت بند کمرے میں ہو۔

۳۔ میٹرک تک خواتین کے لیے لازمی اور مفت تعلیم جس میں ان کی ضروریات کے پیش نظر دینی و اخلاقی تعلیم' بچوں کی نگہداشت' ابتدائی طبی امداد' نفسیات' گھروں میں سبزیوں کی کاشت' مرغ بانی کا انتظام اور چھوٹی گھریلو دستکاریوں کی تربیت شامل ہو۔

۴۔ خواتین میں سادگی کو فروغ دینے کے لیے میڈیا سے منفی پروگرام ختم کیے جائیں۔ اسراف' رسومات' چراغاں اور توانائی کے بے دریغ استعمال پر پابندی عائد کی جائے۔ تمام سرکاری تقریبات میں بھی سادگی کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ نیز ٹی وی پر فضول اور فحش پروگرام ختم کیے جائیں۔

۵۔ خواتین کے اشتہارات بند کیے جائیں۔ اس کی بجائے تاجر حضرات اشتہارات کی رقم کو غریب خواتین میں تقسیم کریں۔ نیز اپنی مصنوعات کے مناسب منافع وصول کریں۔ گراں فروشی نہ رہے۔

۶۔ میک اپ کی تمام اشیا کی درآمد پر پابندی لگائی جائے اور ان کے مضر اثرات سے خواتین کو آگاہ کیا جائے۔ دوسری طرف ملکی مصنوعات کے استعمال کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی جائے۔

۷۔ خواتین کے لیے مناسب کھیلوں کا بندوبست الگ کیا جائے جہاں مرد موجود نہ ہوں اور خواتین

کے لیے سکھانے والے کوچ بھی خواتین ہی ہوں۔

۸۔ خاندانی منصوبہ بندی کی تمام ادویات [جو حقیقت میں نوزائیدہ بچوں اور ان کی ماؤں کے لیے نقصان دہ ہیں] کی درآمد پر پابندی لگائی جائے۔ خاندانی منصوبہ بندی کی مد میں خرچ ہونے والی تمام رقم زچہ بچہ کی صحت کی اصلاح پر صرف کی جائے۔

۹۔ جو ضرورت مند خواتین سرکاری و نجی اداروں میں ملازمت کرنا چاہتی ہوں' ان کی صلاحیت اور تعلیمی قابلیت کے علاوہ ان کی خاندانی ذمہ داریوں کے پیش نظر' ان کے لیے مناسب اوقات کار مقرر کیے جائیں۔ نیز ان کے لیے ٹرانسپورٹ اور ان کے تحفظ کا بندوبست لازمی کیا جائے۔

اسلام نے عورت کو جو وقار اور عزت و احترام دیا ہے وہ اسے عورت کی حیثیت سے دیا ہے' جب کہ مغرب عورت پر ترقی کے دروازے کھولتا ہے مگر اس کو مرد مذکر بنا کر۔ وہ عورت جو صرف گھرداری کے فرائض انجام دینے والی ہو' آج بھی مغرب میں اتنی ہی ذلیل و حقیر ہے جتنی پہلے تھی۔ بیٹی کو اسلام نے رحمت قرار دیا ہے۔ نیک بیوی کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے اور ماں ہونے کی حیثیت سے تو عورت کی عظمت کے کیا کہنے۔ اسلام نے ماں کو باپ کے مقابلے جو تین گنا زیادہ مقام دیا ہے اور اس کے پاؤں تلے جنت رکھ دی ہے' یہ مقام دنیا کی کوئی تہذیب اور نظام عورت کو نہیں دے سکا۔

کاش خواتین کمیشن عورت کے لیے انھی حقوق کی سفارش کرتا جو اسلام نے اسے دیے ہیں اور ان کے عملی نفاذ کے لیے تدبیریں' تجویزیں اور سفارشیں پیش کر کے عورت کی اصلاح احوال کی کوشش کرتا تو یہ صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خواتین کی خدمت ہوتی!

بیرون ملک قارئین سے خصوصی اپیل

اپنے ملک میں عام پاکستانیوں تک نمونے کے پرچے پہنچا کر سالانہ خریدار بنائیے' آپ کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ خوش گوار نتائج سامنے آئیں گے۔

☆

جن مساجد اور مراکز میں اردو پڑھنے والے آتے ہیں' وہاں دوست احباب کے ساتھ مل کر پرچہ رکھوانے کا انتظام کیجیے۔

☆

پاکستان میں اپنے اعزہ و احباب' خصوصاً طلبہ و طالبات کے نام پر رسالہ جاری کروایئے۔ یہ سرمایہ کاری آپ کو پھل دے گی' اس دنیا میں بھی اور یقیناً آخرت کے دن بھی۔

امریکہ کے متکبرانہ انداز

خارجہ پالیسی کی روشنی میں

ایڈورڈ سعید

ترجمہ: محمد ایوب منیر

عام انسانوں کی طرح، امریکی باشندے بھی زندگی کے روز مرہ مسائل، مثلاً ملازمت کی فکر، بچوں کے لیے تعلیمی اخراجات کی فراہمی اور ریٹائرمنٹ کے خدشات میں اس قدر غلطاں رہتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا میں امریکہ کے غیر معمولی کردار کے بارے میں کچھ سوچنے یا غور کرنے کے لیے ان کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ تاریخی لحاظ سے یہ براعظم، افریقہ، ایشیا حتیٰ کہ یورپ کے مسائل سے بڑی حد تک مختلف ہے، اور اس قدر وسیع اور میلوں سمندروں میں گھرا ہوا ہے کہ اکثر امریکی اس بات سے بہت کم براہ راست تعلق رکھتے ہیں جو بیرونی دنیا میں ان کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ اکثر واقعات سے وہ بے خبر ہوتے ہیں، اور جب وہ جانتے ہیں تو انھیں ایسے نظریاتی میڈیا کے اطلاعاتی نظام سے معلومات دی جاتی ہیں جن کا نظریہ (پالیسی) ایک مخلص، خیرخواہ اور سراپا خیر "امریکہ" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منظم دراندازی، نسل کشی، آمریت کی غیر منصفانہ حمایت اور ایک منصوبے کے تحت دخل اندازی (مثلاً ۳۰ سال تک انڈونیشیا کے صدر سہارتو، اس کے خاندان اور اس کے زیر عاطفت لوگوں کی سرپرستی) جیسے مسائل کے بارے میں وہ کبھی سوال نہیں اٹھا پاتے۔

یہ سب ایک ایسی دنیا میں اخلاقی برتری کا احساس دیتا ہے، جہاں مخالفت کرنے والی چھوٹی ریاستیں اور فرانس اور چین جیسی حاسد طاقتیں پائی جاتی ہیں جو غلبہ اور برتری کے لیے نقب لگانے کو تیار بیٹھی ہیں۔ چنانچہ اس پر کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ فٹ بال کے موجودہ عالمی کپ کے موقع پر ایران کی امریکہ سے جیت پر خوشی کی ایک عالمی لہر دوڑ گئی۔ دوسروں پر اپنی مرضی مسلط کرنے، اپنی حیثیت دکھانے اور ظالمانہ